# حضرت سلطان المشائخؒ کی

## تفسیر قرآن کریم پر گہری نظر (۲)

مولانا سید اخلاق حسین قاسمی

### فضائل کی موضوع روایات

علامہ زمخشری نے (اعتزالیت سے قطع نظر) ہر فن میں اپنی جلالت کا لوہا منوایا ہے۔ اسرائیلی روایات سے بھی اپنا دامن بچانے میں انہوں نے بڑی احتیاط اختیار کی ہے، مگر تعجب ہوتا ہے کہ علامہ نے قرآن کریم کی سورتوں کے فضائل میں ضعیف روایات کو بغیر کسی تأمل کے نقل کر دیا ہے۔

زمخشری کے بعد امام بیضاوی ہیں، ان کی محققانہ شان بھی ہر فن میں اپنی عظمت کو تسلیم کراتی ہے اور معتزلانہ تصورات کی تردید میں بھی قاضی صاحب کسی اہلِ سنت مفسر سے پیچھے نہیں ہیں، مگر فضائل کی موضوع روایات کے نقل کرنے میں قاضی صاحب علامہ زمخشری کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں۔ قاضی صاحب بڑے صاحبِ دل عالم تھے، صاحبِ کرامت تھے، ضعیف روایات نقل کرنے کے معاملہ میں قاضی صاحب کو ایک مخلص عالم قرار دے کر معذور قرار دیا گیا ہے۔ صاحبِ کشف الظنون نے لکھا ہے کہ قاضی صاحب ایک صاحب اخلاص آدمی تھے، وہ لوگوں میں قرآن کریم کا ذوق و شوق پیدا کرنا چاہتے تھے، اس لئے انہوں نے اس باب میں چشم پوشی سے کام لیا۔ (جلد اول، ۱۲۷)

اس دور کے مشائخ صوفیہ کے سامنے یہی دو تفسیریں رہی ہیں، اس لئے ان حضرات کا کلام فضائل کی ان احادیث سے متأثر ہوا ہے۔ البتہ صاحب سیر الاولیاء امیر خورد نے شیخ علیہ الرحمۃ کے حوالے سے بعض احادیث و آثار ایسے نقل کئے ہیں جو فوائد الفواد والے محققِ حدیث اور عصمتِ نبوت کا نہایت پاکیزہ اور بلند مذاق و مشرب رکھنے والے شیخ کے شایانِ شان نظر نہیں آتے۔ ان میں ایک تفسیری اثر و روایت وہ ہے جو منافقین اور نو مسلم یہودیوں نے پھیلائی۔ یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور سرور کونین ﷺ کے

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

درمیان محبت کا افسانہ، کذب و افتراء۔ اسی قسم کی روایات و آثار کو دلیل قرار دے کر پاکستان کے مشہور عالم جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم نے "تاریخِ تصوف" میں چشتی تصوف میں الحاق و اضافہ اور باطنیت و شیعیت کی ملاوٹ کا دعویٰ کیا ہے۔ ناچیز نے ایک عنوان کے تحت اس پر مفصل بحث کی ہے۔

## تصوف کی اشاراتی تفسیریں

شیخ علیہ الرحمۃ تفسیر قرآن کے باب میں اہل سنت مفسرین و محدثین کے مسلک پر قائم تھے اور تصوف کی اشاراتی تفاسیر کے لطائف بھی آپ کے افادات میں راہ نہیں پاتے تھے۔ اور تفسیر قرآن کا نازک باب اسی احتیاط کا مقتضی تھا۔ مولانا رومیؒ نے اپنی مثنوی میں مثالوں اور داستانوں کے ذریعہ پند و موعظت کے دفتر تحریر کر دیئے ہیں لیکن مولاناؒ تفسیر کے معاملہ میں محدثین و فقہاء کے مسلک کی ترجمانی کرتے ہیں۔

معنیٔ قرآں ز قرآں پُرس و بس
وز کسے کاتش زدست اندر ہوس
پیشِ قرآں گشت قربانی و پست
تاکہ عینِ روحِ قرآں شدہ است

یعنی قرآن کا مطلب قرآن سے پوچھو اور بس۔ ورنہ اگر تم ادھر ادھر ہوئے تو ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔ قرآن کے سامنے اطاعت کی گردن جھکا دو تاکہ تم قرآنی روح میں ڈھل جاؤ۔

اشاراتی تفسیروں میں ایک تفسیر مشہور عارف باللہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی (۵٦۸ھ) کی ہے اور ایک تفسیر مولانا رومی کے ہم عصر ابو محمد شیرازی (وفات ٦۰٦ھ) کی۔ صوفیہ کی اشاراتی تفسیروں کے متعلق اہل سنت کے عقائد کی مشہور کتاب "العقائد النسفی" میں لکھا ہے:۔

"نصوص کو ان کے ظاہر پر محمول کیا جائے گا، ظاہری معنیٰ سے عدول کر کے ایسے معانی مراد لینا جن کا دعویٰ باطنیہ فرقہ کے لوگ کرتے ہیں، دہریت اور الحاد ہے"۔ (ص ۱۴۳)

© rasailojaraid.com

## تاویلِ بعید کی مذمت محققین صوفیاء کے ہاں

مولانا رومیؒ قرآن کریم کی تفسیر کی اہمیت کو سمجھتے تھے کہ اس بنیادی کتابِ ہدایت میں من مانی تاویلات کا دروازہ کھول دیا گیا تو اصل تعلیماتِ دین کی شکل و صورت بدل سکتی ہے، جس قسم کی تاویلات قادیانی اور مرزائی فرقہ کی طرف سے کی جاتی ہیں۔ اس لئے مولانا فرماتے ہیں۔

کردہ تاویل حرفِ بکر را
خویش را تاویل کُن نے ذکر را
بد ہوا تاویلِ قرآں مے کنی
پست و کژ شد از تو معنی سنی
صاحبِ تاویل باطل چوں مگس
وہمِ اُو بولِ خر و تصویرِ خس

یعنی اپنے آپ کو بدل، قرآن کریم کو کیوں بدلتا ہے؟ باطل تاویل جو شریعت کے مسلّمہ عقائد و اصول کے خلاف ہو اس کی مثال بولِ خر کی طرح گندی اور رذیل ہے۔

گمراہ فرقے اپنے باطل نظریات کو سہارا دینے کی غرض سے حضرات صوفیاء کرام کے اشاراتی تصورات کو استعمال کرتے ہیں۔ مولانا رومیؒ نے اس کی مذمت کی ہے۔

## موضوع تفسیری روایت کی تاویل

حضرت سلطان المشائخ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کی شان نرالی تھی، آپ دل کے صوفی تھے اور دماغ کے فقیہ تھے۔۔۔۔ اور جس مقام پر دل اور دماغ کی کش مکش ہو جاتی تھی، آپ پوری قدرت اور مہارت سے دونوں میں مصالحت کرا دیتے تھے۔ اب اس نزاکت کو سمجھے کون؟ غور کیجئے! ایک موقعہ پر آپ نے سورۃ النازعات کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "جو شخص نماز عصر کے بعد سورۃ النازعات کی تلاوت کرتا ہے اسے حق تعالیٰ زیادہ دیر تک قبر میں نہیں رکھتا اور وہ ایک نماز کی مقدار سے زیادہ قبر میں نہیں ٹھہرتا۔ حضرت شیخؒ

© rasailojaraid.com

نے یہ احتیاط کی کہ اسے حدیث نہیں فرمایا' حالانکہ یہ بشارت فضائلِ قرآن کی انہی موضوع روایات میں سے ہے جو مفسرین نے نقل کی ہیں۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے عام مسلمانوں کو ترغیب دینے کے خیال سے اسے نقل ضرور کر دیا' اور جس جذبہ سے کیا وہ جذبہ آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کی صورت میں ظاہر ہو گیا--- شیخ ؒ پر رقت طاری ہو گئی' جو اس بات کی علامت تھی کہ یہ فضیلت بیان کرنے والا اس وقت خشیتِ الٰہی سے مغلوب ہے اور سورۃ "النازعات" کے معانی اور مطالب (موت کی سختی اور عالمِ نزع کی وحشت) اس کے دل پر طاری ہیں۔ پھر ایک عقلی سوال شیخ ؒ کے دل میں پیدا ہوا جو ہر اس شخص کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے جو عقل و فہم کے ساتھ اس فضیلت کو پڑھے گا۔

"فرمود کہ کسے کہ در گور نماند چگونہ باشد؟--- گفت آنچناں باشد کہ روح بکمال رسد چوں روح کامل شد قالب را جذب مے کند! (جلد ۲' مجلس ۳۱' ص ۴۶۳)

یعنی فرمایا کہ جو شخص قبر میں نہیں رہتا تو یہ کیسے ہوتا ہے؟ جواب دیا کہ اس طرح ہوتا ہے کہ جب روحِ انسانی کمال کو پہنچ جاتی ہے تو وہ جسم و قالب کو جذب کر لیتی ہے۔ علماء متکلمین اور اہل عقل محدثین نے اس بات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ روح انسانی جب کمال کو پہنچ جاتی ہے تو وہ جسم کی مادیت پر غالب آ جاتی ہے اور جسم پر روح کے آثار اور روح کی کیفیات (لطافت اور نورانیت) کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس مفہوم میں جسم قبر سے غائب ہو جاتا ہے۔ امام ولی اللہ محدث دہلوی ؒ نے اس مسئلہ پر خاص طور پر روشنی ڈالی ہے اور اس کی وضاحت کے لئے عالمِ مثال کی اصطلاح وضع کی ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ کا یہ باب مطالعہ کے قابل ہے جس سے عالمِ برزخ اور عالمِ قبر کے بارے میں جو عقلی اشکالات پیدا ہوتے ہیں وہ دور ہو جاتے ہیں۔

## خواجہ حسن ؒ کا تفسیر میں تحقیقی ذوق

سائل اور مجیب (خواجہ حسن ؒ اور شیخ علیہ الرحمۃ) دونوں کی نظر قرآن کریم پر بھی گہری تھی اور اسی لئے سوال و جواب میں تفسیر قرآن کے اہم نکات واضح ہو جاتے تھے۔ چنانچہ شیخ علیہ الرحمۃ نے خواجہ جلال الدین تبریزی ؒ کے حوالے سے یہ واقعہ نقل فرمایا کہ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

کسی نے آپ سے سوال کیا کہ ایک شخص روزہ تو رکھتا نہیں' البتہ سحری کا کھانا کھاتا ہے تو اس شخص کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اسے سحری کے ساتھ دن اور رات کا کھانا بھی کھانا چاہئے' البتہ اس کھانے سے جو قوت اسے حاصل ہو اسے خدا کی عبادت میں صرف کرنا چاہئے اور گناہوں سے بچنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ یہ سوال وجواب نفلی روزہ سے متعلق تھا' ورنہ فرض روزہ کا رکھنا تو لازمی ہے۔ خواجہ حسنؒ بولے : قرآن کریم کی اس آیت کا یہی مطلب ہے: "کُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ" (المومنون:۵۱) "پاکیزہ چیزیں کھاؤ" --- شیخ علیہ الرحمۃ نے اس آیت کا دوسرا ٹکڑا ارشاد فرما کر اسے مکمل کیا۔ فرمایا : پوری آیت یہ ہے : "کُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا" "پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو"۔ خواجہ حسن نے اصحابِ کہف کے قول کا حوالہ دے کر پوچھا کہ اس آیت میں "طیبات" کے معنی پاکیزہ ہیں تو اصحابِ کہف کے اس قول کے کیا معنی ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو کھانا لینے بازار بھیجا اور اس سے کہا : "فَلْیَنْظُرْ اَیُّھَا اَزْکٰی طَعَامًا" (کہف : ۱۹) "وہ (کھانا لانے والا) یہ دیکھے کہ کون سا کھانا پاکیزہ ہے"۔ عربی لغت کے اعتبار سے "طَیِّبَات" اور "اَزْکٰی" دونوں کا مفہوم پاکیزہ ہے اور اہل تراجم نے دونوں جگہ پاکیزہ ترجمہ کیا ہے۔ خواجہ حسن کے سوال کا مطلب یہ تھا کہ دونوں جگہ ایک ہی مفہوم ہے یا دونوں میں کوئی فرق ہے؟ شیخ علیہ الرحمۃ نے بڑا لطیف فرق بیان کیا اور کہا "طعامے خواستند کہ طبائع بر آں مائل باشند" --- یعنی ان کی مراد مرغوبِ طبع کھانا تھا۔ مطلب یہ تھا کہ کھانا لانے والا ہمارا ساتھی ہے' وہ جانتا ہے کہ ہمیں کون سا کھانا پسند اور مرغوب ہے' وہی کھانا بازار سے خرید لائے۔ اصحاب کہف ۳۰۹ برس کے بعد اس کرامتی نیند سے جاگے تھے اور اس شہر کی دنیا اتنے عرصے میں بالکل بدل چکی ہوگی' اس لئے انہوں نے اپنے رفیق سے کہا کہ جو کھانا ہمیں مرغوب ہے وہ خرید کر لانا' خدا جانے اب بازار میں کس کس قسم کے کھانے پک رہے ہوں۔

زمخشری جیسے نکتہ سنج مفسر نے "اَزْکٰی" کو "حلال' طیب' اکثر اور ارخص" (سستا) کے معنی میں لیا ہے۔ تفسیر مدارک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ اثر نقل کیا گیا ہے کہ اس شہر کے لوگ بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے' اس لئے اصحاب کہف نے اپنے رفیق کو

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

ہدایت کی کہ وہ ایمان والوں کا حلال ذبیحہ خرید کر لائے۔ سوال یہ ہے کہ اگر اصحاب کہف کی یہی مراد ہوتی تو قرآن کریم کے پاس لفظ "حلال" موجود ہے' وہ سیدھا اس لفظ کو استعمال کرتا۔ اسی طرح علامہ زمخشری نے جن الفاظ سے تفسیر کی ہے وہ بھی قرآن کریم اور عربی لغت میں موجود ہیں' قرآن کے لئے ان الفاظ کا استعمال کرنا کیا مشکل تھا؟ قرآن کریم میں کئی جگہ "حلال اور طیب" (حَلٰلًا طَیِّبًا) دونوں لفظوں کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے (البقرہ : ۱۶۸ اور المائدہ : ۸۸)--- مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ محاورۂ عرب ہے' اہل عرب دونوں لفظوں کو ساتھ ساتھ بطور تاکید کے بولتے تھے۔ اور ایک قول مفسرین کا یہ ہے کہ طیّب بمعنی "مستلذ" (جس سے کھانے والے کو لذت حاصل ہو) ہے (جلالین ص ۲۴) کیونکہ ہر حلال چیز سے ہر شخص کو لذت حاصل نہیں ہوتی اور ہر حلال چیز ہر شخص کے لئے مرغوب طبع نہیں ہوتی۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے سورۂ کہف کے لفظ "ازکیٰ" کو "مستلذ" (مرغوب و پسندیدہ) کے معنی میں لے کر موقع و محل کی رعایت کی طرف اشارہ کیا۔

اب ایک سوال یہ ہے کہ کیا قرآن کریم میں "اَزْکٰی" کا لفظ پسندیدہ و مرغوب کے مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے؟ اس ناچیز کے خیال میں سورۃ النور کی آیت ۲۹ میں "اَزْکٰی" کے لفظ میں یہ مفہوم موجود ہے۔ آیت یہ ہے :

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ○

"(اے نبی ﷺ) آپ ایمان والوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں' یہ بات ان کے حق میں زیادہ پاکیزگی کی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کی خبر رکھتا ہے"۔

غیر محرم عورتوں سے نگاہیں نیچی رکھنا اور اپنی شرمگاہوں کو چھپا کر رکھنا' یہ بات اخلاقی پاکیزگی کی بھی ہے اور ہر انسان طبعاً اسے پسند بھی کرتا ہے اور مرغوب بھی رکھتا ہے۔ کون ہے جو دوسروں کے سامنے ننگا ہونا پسند کرے یا دوسروں کو ننگا دیکھنا پسند کرے؟ ہر شخص بشرطیکہ فطرت سلیم رکھتا ہو' دوسروں کی عورتوں کو گھورنا پسند کرے گا اور نہ اس بات کو

© rasailojaraid.

پسند کرے گا کہ اس کی ماں بہنوں کو دوسرا گھور کر دیکھے۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے اصحاب کہف کے مرغوب کھانے کے بارے میں علماء تفسیر کا ایک قول نقل کیا ہے جو یہ ہے: "بقول بعضے مقصود ازاں طعام برنج بودہ است" یعنی بعض علماء کے نزدیک ایک مرغوب کھانے سے چاول مراد ہیں۔

## تفسیر میں اجتہادی بصیرت

شیخ علیہ الرحمۃ تفسیر قرآن میں اجتہادی بصیرت رکھتے تھے' چنانچہ ایک مجلس میں حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے صدقہ کی آیاتِ قرآنی سے فقہی مسائل کا استنباط کرنے کے ساتھ ساتھ لفظ "صدقہ" کی لغوی حقیقت کے تعلق سے عورت کے مہر دین کے بارے میں ایک نہایت حکیمانہ تبصرہ فرمایا۔ صَدَقہ (دال کا زبر) اور صَدُقَہ (دال کا پیش) یہ دونوں لفظ ایک ہی مادہ (صدق) سے مشتق ہیں۔ "صَدَقہ" کے معنی خیرات اور "صَدُقہ" کے معنی مہر دین۔ "صِدق" کے معنی سچائی کے ہیں۔ حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے اصل لفظ کے مفہوم کی مناسبت سے مہر دین کی حقیقت پر روشنی ڈالی۔ فرمایا:

"ایں ہر دو معنی از صدق محبت اقتضاء مے کند ...... کہ آں نیز صدقہ است"۔

یعنی (صَدَقہ اور صَدُقہ) یہ دونوں چیزیں سچی محبت کا تقاضا کرتی ہیں' یعنی جو شخص کسی عورت کے ساتھ شادی کرے تو اسے چاہئے کہ سچی محبت کے ساتھ زندگی گزارے۔ ازدواجی تعلق قائم کرنے کے لئے عورت کا حق مہر ایک واسطہ ہے اور اس کا نام شریعت نے صَدُقہ رکھا ہے جو صدق سے ہے۔ اور جو چیز ایک مسلمان راہ خدا میں خیرات کرتا ہے تو وہ بھی یہ سرور عالم ﷺ کی محبت میں خرچ کرتا ہے۔ اسی تصور سے اس خیرات کو صَدَقہ کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم نے ہدایت کی ہے: وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً (النساء:۴) یعنی "عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو"۔ عربی میں "نِحلۃ" کہتے ہیں تحفہ اور ہدیہ کے طور پر دی جانے والی چیز کو۔ "نَحل" شہد کی مکھی کو کہتے ہیں' جو بغیر کسی معاوضہ کے

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

بڑی محنت اور سلیقہ کے ساتھ مخلوق کے لئے شہد کا تحفہ جمع کرتی ہے۔ قرآن کریم نے رشتہ نکاح کو محبت اور پیار کا رشتہ قرار دیا ہے:

لِتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً (الروم : ۲۱)

"(اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری بیویاں پیدا کیں) تاکہ تم ان سے اطمینان و چین حاصل کرو اور تمہارے درمیان اس رشتہ کو محبت و پیار کا ذریعہ بنا دیا"۔

شیخ علیہ الرحمۃ نے صُدُقہ (مہر) کے حوالہ سے رشتۂ نکاح کی عظمت اور اس کا اخلاقی مرتبہ بیان کیا اور اس واسطہ سے عورت کے اس اخلاقی مقام کی طرف اشارہ فرمایا جو اسلام نے عورت کو عطا کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

یہ سمجھنا کہ صوفیائے ربانی نے مسلم معاشرہ کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں فرمائی خلافِ واقعہ ہے، البتہ ان حضرات کا معمول باطنی اخلاق کا تزکیہ ہے اور باطن کے ذریعہ ظاہر کی درستگی پر نظر رکھی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی خارجی دباؤ کے ذریعہ اگر انفرادی اعمال اور معاشرتی زندگی میں سدھار آجاتا ہے تو وہ پائیدار نہیں ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد:۱۱)

یعنی "اللہ تعالیٰ کسی قوم اور کسی گروہ کی حالت میں (اچھی حالت ہو یا بری حالت) تغیر اور تبدیلی پیدا نہیں کرتا جب تک کہ وہ گروہ اپنے نفس (باطن، عقیدہ اور تصور) کو نہیں بدلتا"۔ مطلب یہ ہے کہ تبدیلی بری حالت سے اچھی حالت کی طرف ہو یا اچھی حالت سے بری حالت کی طرف، اس وقت وقوع میں آتی ہے جب عقیدہ اور باطن میں فرق پڑتا ہے۔ اچھے عقیدہ اور حسن باطن سے اچھی زندگی وقوع میں آتی ہے اور برے عقیدہ اور سوءِ باطن سے بری زندگی جنم لیتی ہے۔ بقول حالی ۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

© rasailojaraid.com

## شریعت میں صداقت کا مقام

صداقت اور صدق و سچائی' اللہ تعالیٰ کے حقوق میں ہو یا بندوں کے باہمی حقوق میں' عبادتِ الٰہی کی حقیقی روح ہے۔ صوفیائے ربانی نے تصوف و احسان کی راہ سے انسانی زندگی کو صدق و صداقت کے نور سے روشن کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہی ان حضرات کا مشن و منصب تھا۔ زندگی ریاکاری' دکھاوے' پبلسٹی اور تکلف سے پاک ہو جائے' یہی زندگی آخرت میں سرفراز ہوگی:

قَالَ اللّٰہُ ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ لَھُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ○ (المائدۃ:۱۱۹)

"اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائے گا کہ یہ ہے وہ دن جس میں صادق بندوں کو ان کی صداقت کام آئے گی' ان کے لئے باغات ہیں جن میں نہریں جاری ہیں' وہ اس (دائمی عیش و مسرت کی زندگی) میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور یہ بھی اس سے راضی ہوئے۔ یہی ہے عظیم کامیابی"۔

## دینی اخوت کی فضیلت قرآن کریم میں

شیخ علیہ الرحمۃ نے نسبی اخوت سے دینی اخوت کو افضل بتاتے ہوئے فرمایا: "نسبی اخوت اس وقت کام نہیں دیتی جب دو بھائیوں میں سے ایک بھائی کافر ہو۔ کافر بھائی کو مسلمان بھائی کا ترکہ نہیں ملتا۔ دینی اخوت دنیا میں اور دنیا کے بعد آخرت میں بھی قائم رہتی ہے"۔ پھر آپ نے قرآن کریم کی آیت تلاوت فرمائی:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ○

(الزخرف:۶۸)

"قیامت کے دن دوست دوست کا دشمن ہو جائے گا سوائے متقی لوگوں کے"

یعنی متقیوں کے درمیان دوستی کا رشتہ قائم رہے گا۔ پھر فرمایا: "جو دوستی برائی اور گناہ کے

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.co

کاموں میں قائم ہو گی وہ قیامت کے دن دشمنی میں بدل جائے گی"۔ اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ترا دشمناں نند ایں دوستاں
کہ یارند در باد و بوستاں

یعنی یہ شراب و باغ کے دوست تیرے دوست نہیں دشمن ہیں۔ (جلد ۲، مجلس ۳۶، ص ۴۸۳)۔۔۔ مولانا جلال الدین رومی (۶۹۴ھ) نے مثنوی میں اس قسم کی دوستی پر کہا ہے

چوں یفِرُّ الْمَرْءُ آید مِنْ اَخِیہ
یَھرِبُ الْمَوْلُود یوماً مِنْ اَبِیہ
زاں شود ہر دوست آں ساعت عدو
کہ بت تو بود و از رہ مانع او
آں بکو یک روز من پیروز شد
آنچہ فردا خواست شد امروز شد
نازنیں یارے کہ بعد از مرگِ تو
رشتۂ یاریِ او گردد سہ تو
آں مگر سلطاں بود شاہِ رفیع
یا بود مقبول سلطان و شفیع

یعنی جس دن بھائی اپنے بھائی کو دیکھ کر بھاگے گا اور بچہ اپنے باپ کو دیکھ کر بھاگے گا، اس دن ہر دوست دشمن ہو جائے گا، کیونکہ کبھی تو نے اسے بت بنا کر پوجا ہے اور کبھی اس نے تیرا راستہ روکا ہے۔ ایسے دوست سے آج ہی پیچھا چھڑا لے اور جو کل ہونا ہے وہ آج ہی ہو جائے تو بہتر ہے۔ اور اس حسین و نازنین کو اپنا دوست بنا جس کی دوستی مرنے کے بعد تین گنا بڑھ جائے، یعنی اس عظیم و جلیل ہستی خداوند عالم کو اور اس کے مقبول بندوں اور اس کی بارگاہ میں سفارش کرنے والے اہل اللہ کو، جن کی دوستی آج کی دوستی سے دو چند اور سہ چند ہو کر تیرے کام آئے۔

●●

© rasailojaraid
© rasailojaraid